

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
کھادو ہمارے دی ہوئی ہستی پر پیریں (قرآن)

رزقِ حلال

مؤلف

علامہ سید محمود احمد ضوی



نمبر ۲

ناشر: الحاج شیخ انیس بخش سٹریٹ حاجی گلاب الدین سٹریٹ لاہور

نظر اولین

فی زمانہ اس امر کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو دین اسلام کی اصولی و بنیادی باتوں سے روشناس کرایا جائے تاکہ ہم سب اسلام کے راستہ چل کر دین و دنیا کی بھلائی حاصل کر سکیں تبلیغی کتابچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ اسے خود پڑھیں اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو سنائیں۔ ہم انشاء اللہ عزیز اس قسم کے تبلیغی کتابچے ہر ماہ شائع کیا کریں گے۔ اس کے متعلق اپنی رائے سے بھی مطلع فرمائیں۔ دینی مسائل کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے انجمن حزب الاحناف لاہور بیرون بھائی دروازہ سے بذریعہ جوابی خط اور بذریعہ ٹیلیفون نمبر 60459 رجوع کیجئے۔

خیر اندیش: امیر بخش

بیر و نجات کے احباب ۱۰ پیسہ کا ٹکٹ بھیج کر انجمن حزب الاحناف لاہور بیرون بھائی دروازہ سے مفت طلب کریں

رزق حلال

روزہ کے متعلق سب سے پہلے اسلام نے اپنے پیروؤں کو خوب اچھی طرح یقین دلایا ہے کہ دنیا اور اس کی تمام اشیاء مالک ایک اللہ ہے۔ یہ مال و دولت حقیقت میں میراث کسی کا نہیں صرف خدا کا ہے۔ رزق کی کشائش اور تنگی دونوں کام خدا کے ہیں اور حکمت سے ہیں دولت مند انسان یہ سمجھتا ہے کہ مجھ ہی میں کوئی ایسی بات ہے یا مجھے ایسا ہیضہ یا طبعی عہد ہے جس سے یہ ساری دولت میرے چاڑوں طرف مٹی چلی آ رہی ہے لیکن مذہبی تعلیم کے علاوہ دنیا کے واقعات پر گہری نظر اس یقین کو مٹانے کے لیے کافی ہے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ (ہود - ۱)

اور زمین میں کوئی جاندار نہیں، مگر یہ کہ اس کی رزق خدا کے ذمہ ہے۔ اسی کے ہاتھ میں ہیں آسمانوں اور زمین کی کھجیاں وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق پہنچا دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے ناپ دیتا ہے۔ وہ ہر ایک چیز کی خبر رکھتا ہے۔

لِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔
لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔
لِلَّهِ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔

زمین اور آسمان کے خزانے اسی کے ہیں، خدا ہی کا ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور زمین میں ہے۔ آسمان و زمین کی ملکیت یا بادشاہی اسی کی ہے۔ قرآن مجید نے ان یقینات کو بار بار بیان کر کے مسلمانوں کے ریشہ ریشہ میں اسی لیے رچایا ہے تاکہ ان میں فیاضی، مال سے اتیار، تسکون، قناعت پسندی اور بے طمع کے جوہر پیدا ہو جائیں۔

حصولِ رزق کی کوشش کرنا ہر مسلمان پر واجب | روزی مکنا دار اصل انسانی زندگی کی ضروریات سے ہے اور

شرعاً و عقلاً ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی زندگی کی ضروریات کی تکمیل اور اصلاح کے لیے حصولِ رزق کی کوشش کرے خواہ وہ تجارت و زراعت کی شغل میں ہو یا ملازمت و نوکری کی صورت میں۔ کتاب مجید میں فرمایا:

خَلَقَكُمْ مِمَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا
زمین کی تمام چیزیں اللہ نے تمہارے لیے پیدا کی ہیں

اور سوسرہ ماخذہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنْ رَبِّهِمْ وَرِزْقًا
اپنے رب کا فضل اور خوشنودی تلاش کرتے۔

فَاَنْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا
زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (جمعہ)

قرآن پاک کے محاورہ میں خدا کا فضل تلاش کرنے سے مقصود تجارت اور روزی کا کارنامہ ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ حصولِ رزق کی تلاش کرنا رزاق کائنات کا فضل ہے اور یہ زمین اس کے لیے بمنزلہ میدان کے ہے اور اس میدان کی تمام اشیاء انسان کے نفع کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔

لہذا ضروری ہوگا کہ ایسے قواعد و ضوابط مقرر کر دیے جائیں جن کے ماتحت فضلِ الہی کی تلاش کی جائے کیونکہ رزق اور اس کے حصول کے لیے اگر کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہ ہو اور اسے بے قید چھوڑ دیا جائے تو ظاہر ہے کہ اس طرح عدل و انصاف، امانت اور خیانت، پاک اور ناپاک، جائز اور ناجائز کی تمیز اٹھ جائے گی اور یہ بات نظامِ انسانی کی تباہی و بربادی کا باعث ہوگی۔

چنانچہ اسلام سے قبل دنیا کی کچھ ایسی ہی حالت تھی جس کے جہی میں جو اتنا اور جیسے آتما کا تھا۔ حتیٰ کہ ظلم و جور سے کئی بیہوشی دولت پر فخر کیا جاتا تھا۔ اسلام آیا تو اس نے حصولِ رزق کے حدود مقرر کئے۔ جائز و ناجائز کی تفریق پیدا کی۔ حلال و حرام کا ضابطہ مقرر کیا۔ پاک روزی ڈھونڈنے اور اسی سے ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں فرمایا:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن كَيْبَاتِ مَا دَرَزْتُ لَكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ
اِنْ كُنْتُمْ رَايَا تَعْبُدُونَ (بقرہ ۲۱۷)

اس آیت میں آیاتِ تعبّد و ن کے جملہ سے رزقِ حلال کی اہمیت ظاہر ہوئی ہے۔ گو یہ یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کا اپنے رب کے ساتھ بندگی اور نیازمندی کا تعلق ہے اور اس تعلق کا اہم تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے بندے رزقِ حلال کی کوشش کریں اور ذرائع آمدنی کی صحت و پاک کا خیال رکھیں کیونکہ رزق کے سلسلہ میں پاکی و صحت سے صرف نظر کر لینا اصولِ بندگی کے بھی خلاف ہے۔

رزقِ حلال کی اہمیت ایک سہلو | آج کل کے بہت سے اچھے خاصے نیر حلقوں میں بھی معاملات یعنی خرید و فروخت، امانت، قرض، نوکری

اور مزدوری کی اصلاح کا اتنا اہتمام نہیں جتنا کہ ہونا چاہیے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت لوگ جن کی حالت نماز روزہ وغیرہ عبادات کے لحاظ سے کچھ غنیمت بھی ہے، کاروبار ان کے بھی پاک نہیں ہیں۔ حالانکہ کاروبار کی پاکی اور معاملات کی صحت کے شعبہ کی اہمیت کا یہ عالم ہے اس کا تعلق بیک وقت اللہ کے حق سے بھی ہے اور بندوں کے حقوق سے بھی۔ نماز روزہ وغیرہ عبادات اگرچہ اہل دین ہیں اور اس خشیت سے ایمان کے بعد انہیں کا درجہ ہے مگر

کوئی شخص ان میں کوتاہی کرتا ہے تو صرف خدا کا مجرم ہوتا ہے۔ پھر اگر سچے دل سے توبہ و استغفار کی جائے تو بارگاہِ خداوندی سے اس مجرم کی معافی ہی کی امید ہے۔ لیکن اگر کسی دین میں حیا واقع ہو جائے اور حصولِ رزق کے لیے ناجائز ذرائع کو اختیار کیا جائے تو اس طرح اللہ عزوجل کی نافرمانی بھی ہوگی اور کسی نہ کسی بندے کی حق تلفی بھی۔ اور یہ بات دلیلِ مجرم قرار پائے گی۔

ربا بیخیال جیسے اللہ تعالیٰ کے کرم سے معافی کی امید ہی ہے۔ قیامت کے دن جس بندہ کی حق تلفی ہوئی ہے اس سے بھی معافی حاصل کر لی جائیگی، تو اگرچہ اس کا اسکانِ فرد ہے مگر نہ کہہ سکتا ہے جو بندے ہم جیسے کم حوصلہ ہیں وہ قیامت کے دن ضروری معاف کر دیں گے۔ پھر اگر وہ معاف نہ کریں تو؟

عمر شہید حنفی رحمہ اللہ بن کر انصاف کے طالب ہونگے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب وہ لوگ عورت

محشر میں مقامِ حساب پہنچیں گے جن کی دنیا میں حق تلفی کی گئی ہے جن کے حقوق مارے گئے ہیں تو وہ مدعی بن کر اللہ تعالیٰ سے انصاف کے طالب ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انصاف و فیصلہ فرمائے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز روزہ صدقہ و خیرات کی قسم کی ان لوگوں کی ساری نیکیاں ان دعووں کو دلاوی جائیں گی اور جب ان نیکیوں سے بھی ان لوگوں کے حقوق پورے نہ ہوں گے تو ان دعووں کے کچھ گناہ ان لوگوں پر لا دیے جائیں گے اور بالآخر یہ لوگ جہنم میں دلا دیے جائیں گے۔

غالباً اسی حیثیت سے ایک حدیث میں معاملات کی اصلاح کو صراحت نماز روزہ اور صدقہ و خیرات سے افضل بتایا گیا ہے۔ یہ حدیث ترمذی و ابوداؤد میں حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا:-

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ الْقِيَامِ
میں تم کو وہ چیز بتاؤں جو روزہ، صدقہ اور نماز سے بھی افضل ہے۔

وَالصَّوْمُ فَتَنَةٌ؟

حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ ضرور بتائیے۔ آپ نے فرمایا:-

إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ
الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ (ترمذی)
وہ چیز آپ کے معاملات کی اصلاح اور ان معاملات کی خرابی مؤثر دینے والا ستر ہے۔

بال مؤذن نے والا ستر انہیں بلکہ ثوابِ آخرت کا صفایا کر دینے والا ستر
معاملات کو دین کے دوسرے شعبوں کے مقابل
رزقِ حلال کی اہمیت کا ایک اور پہلو یہ خاص امتیاز بھی حاصل ہے۔ اس میں اپنی ذاتی منفعت و مصلحت اور اپنی خواہش نفس کی اور اللہ عزوجل کے احکام کی کش مکش نسبت دوسرے تمام شعبوں سے زیادہ رہتی ہے۔ نفس کی خواہش عموماً یہ ہی ہوتی ہے کہ جھوٹ سچ اور جائز ناجائز کا لحاظ کیے بغیر جیسا موقع ہو اور جس طرح بھی نفع کی زیادہ امید ہو کر گزار جائے۔

یہ شاید خوردنی میں ملاوٹ، دھوکہ، فریب حتیٰ کہ بچوں کے استعمال کی معمولی دوائی کرپٹ ٹیک کی بوتلوں چھلکی لیل لگا کر فروخت کرنا یا سب خواہش نفس ہی کے محرکات ہیں اور اللہ کا دین یہ کہنا ہے کہ نفع کم ہو یا زیادہ، تجارت میں نامدو یا نقصان، جھوٹ، فریب اور دھوکے کے ذریعہ حصولِ رزق حرام و منوع ہے۔ لہذا جب تک بندگی اور فرمانبرداری کا سب سے زیادہ سخت امتحان معاملات و معاشرت کے احکام میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا:-

وَمَنْ يَدْرِكْ شَيْئًا نَفْسِيهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (رحشہ ۱۱)
اور جو اپنے جی کی لالچ سے بچائے گئے وہی لوگ نفع پائے دے ہیں
سورہ شمس میں فرمایا:-

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ ذَكَهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ
ذَكَهَا (شمس)
مرا پایا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور ناسرا دجرا وہ جس نے اس کو میلاد کر سنا دجرا

مطلب یہ کہ جس طرح کا جذبہ ہی ہے جو انسان کو بُرائی اختیار کرنے حتیٰ کہ ایک کو دوسرے کی جان لے لینے تک پر ابھارتا ہے۔ ان آیات کی توضیح میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

”حرص و طمع سے بچو کہ اسی نے تم سے پہلوں کو برباد کیا۔ اسی نے ان کو اداہ کیا کہ انہوں نے خون بہایا اور حرام کو حلال سمجھا“ (مسلم)۔ سنائی کی حدیث میں فرمایا:-

ایمان اور حرص ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔“ (سنائی)
 سبب ظاہر ہے کہ ایمان کامل کا نتیجہ صبر و توکل اور قناعت ہے اور حرص کا نتیجہ بے اطمینانی ہے مبری اور بوس ہے جو تمام بُرائیوں کا سرچشمہ ہے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا:-

”انسان بڑھتا جاتا ہے مگر اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں، جینے کی خواہش اور مال کی حرص۔“ (ترمذی)
 کئی صحابہ کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا:-

”تھوڑے چوکریوں کے پوڑ میں جھوٹے دیے جاتے ہیں وہ ان کو اتنا برباد نہیں کرتے جتنی کہ مال و جاہ کی حرص انسان کے دین و ایمان کو برباد کرتی ہے۔“ (ترمذی)

غرضیکہ دینی و اخروی فلاح و فوز انہیں کا حصہ ہے جو اپنی غراہش نفس پر قابو رکھتے ہیں اور نفس کی بُری سے بُری تحریک انہیں جاؤہ حق سے منحرف نہیں کرتی ہے۔ لہذا جب تک انسان اپنی حرص و طمع کو روک کر حصولِ رزق کے جائز طریقے اختیار نہیں کرے گا وہ کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ خواہ یہ کامیابی دین کی ہو یا دنیا کی۔

اسلام نے حصولِ رزق سے متعلق عدل و انصاف پر مبنی جو اصول مقرر کیا ہے وہ

حصولِ رزق کا ایک مرکزی اصول

ایک ایسی مرکزی حیثیت کا ہے کہ جس کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حصولِ رزق کے فرائض میں سے کونسا ذریعہ حلال اور جائز ہے اور کونسا حرام اور ناجائز ہے۔ سورہ کساء میں فرمایا:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۖ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (۵)

اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریق سے نہ کھاؤ، لیکن یہ کہیں دین بے باپس کی خوشی سے۔

یہ آیت بین دین کے متعلق ایک اصولی حیثیت رکھتی ہے اور اس نے بین دین کے ان طریقوں کو جو ایمان داری کے خلاف ہیں اور جن کی کوئی حد نہیں ہے ایک اخطارِ باطل سے بیان کر دیا۔ یعنی کسی کی چیز خواہ دھوکہ و فریب ظہور سے لی جائے یا چوری اور غصب، رشوت اور خیانت اور دھوکے ذریعہ حاصل کی جائے غرضیکہ جس ناجائز طریقہ سے بھی دوسرے کا مال لیا جائے، اس آیت کے عموم و اطلاق کے اندر داخل ہے۔

پھر اس سلسلہ میں اسلام کی تکمیل کی تعلیم کا یہ عالم ہے کہ اس نے ان نازک سے نازک جائز معاملوں اور دسیلوں کی بھی جہتیں عام طور پر باطل نہیں سمجھا جاتا یا انہیں بہت ہی کم درجہ کا جرم خیال کیا جاتا ہے نشان دہی کی ہے اور ان کی دینی و دنیوی بُرائیوں کی تشہیر کر کے ان کی اہمیت کو کم کر دیا ہے اور اپنے پیروں کو ان سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے

معاملہ کار استباز ہی آخرت کی کامیابی کا مستحق ہے

جن لوگوں کی دنیا پانی مغفرت

اور عظیم کے عدسے کیسے ہیں ان میں اسلام ایمان اور خدا کی فرمانبرداری کے بعد پہلا درجہ سچوں اور فہم کے معاملات میں راست بازوں ہی کا ہے۔ سورہ احزاب میں فرمایا ہے:-

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا۔

اور سچے مرد اور سچی عورتیں خدا نے ان کیسے مغفرت اور بڑا اجر رکھا ہے (احزاب ۵)

آخرت میں بھی یہ سچائی کامیابی اور دہان کی کامیابی کا ذریعہ بنے گی۔ قیامت کی نسبت فرمایا:-

هَذَا يُؤْمَرُ بِتَقْوَى الصَّدَقَاتِ وَتَقْوَى الصَّدَقَاتِ
 اسی سچائی کے مطابق آخرت میں اللہ عزوجل ثواب عطا فرمائے گا۔

لِيُجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ
 تاکہ اللہ سچے کرنے والوں کی سچائی کا عوض عطا فرمائے۔
 پھر یہ بھی نہیں کہ سچائی اختیار کرنا بیکار حکم دیا گیا بلکہ اسکی اہمیت اسلام میں اتنی بڑھا دی گئی کہ ہمیشہ
 سچوں کا ساتھ دینا سچوں ہی سے رابطہ و ملاو رکھنے اور انہیں کی صحبت و محبت میں رہنے کی تاکید کی گئی۔
 اَنْهَؤْا لِلّٰهِ ذِكْرًا مِّنْ اَصْحٰبِ الصِّدْقِیْنَ رُوِيَ

سچائی کا مفہوم عام طور سے صرف سچ بولنے کے سمجھے جاتے ہیں، مگر اسلام کی نظر میں اس کا
 دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس لحاظ سے اس کے اندر کیلئے قول ہی نہیں بلکہ عمل کی بھی سچائی اہم
 آجاتی ہے۔ یعنی زبان کی سچائی، دل کی سچائی، عمل کی سچائی اور معاملات کی درست صحبت کے
 لیے ان چیزوں کی ہر نماز و ہر کار پر ضروری ہے۔ دل کی سچائی ہوگی تو خواہش نفس پر قابو حاصل ہوگا، زبان
 کی سچائی ہوگی تو نمونہ سے ایک حرف بھی صداقت کے خلاف نہیں نکلے گا اور عمل کی سچائی اثر و ثمر
 اور ناپ تول میں کمی بیشی وغیرہ بد عملیوں سے بچاتی ہے۔ پس اسلام کے نزدیک حلال رزق وہی
 ہے جس کی بنیاد صداقت اور دیانت پر ہو۔

یوں بھی صداقت و دیانت کو معاملات میں
رِزْقِ حَلَالٍ كِی نَبِیْا وَصِدْقِ اَمَانَتِ پَر
 مرکز حیثیت حاصل ہے اور اس کا مقصد

یہ ہے کہ انسان اپنے کاروبار میں ایمان نہ رہے۔ سورۃ نساء میں فرمایا۔
 اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِتَقْوٰی اَنْ تُوَدُّواْ اَلْاٰمَنٰتِ
 اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے

اگرچہ اس آیت کا نشان نزول خاص ہے لیکن معنی کے لحاظ سے امانت کے ہر چیز پر اس کا اطلاق کیجاں

ہوگا۔ اسی لیے صاحب تفسیر کشاف و ابن جریر نے تفسیر کی کہ اس کی وسعت میں وہ امانت الہی
 بھی داخل ہے جسے عدل و انصاف سے موسوم کیا جاتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ امانت کا
 دائرہ صرف رپے پیسے جائیداد اور مالی اشیاء تک محدود نہیں بلکہ مالی، قانونی اور اخلاقی امانت
 تک وسیع ہے۔ کسی کا بھید یا پکڑ معلوم ہے تو اس کو چھپانا بھی امانت ہے کسی مجلس میں آپ
 ہوں اور وہاں آپ دوسروں کے متعلق کچھ باتیں سن لیں تو ان کو اسی مجلس تک محدود رکھنا
 اور دوسروں تک پہنچا کر فتنہ و ہنگامہ اور ملک کے فساد کو نقصان پہنچانے کا باعث نہ بننا بھی
 امانت ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کا ملازم ہے تو اس کو اس نوکری کی شرائط کے مطابق اپنی ذمہ داری
 کو محسوس کر کے انجام دینا بھی امانت ہے۔ اگر کوئی کسی کا گھنٹہ کا ملازم ہے اور وہ اس کی
 اجازت کے بغیر کچھ وقت چرائیقا ہے یا بے سبب سستی کرتا یا دیر سے آتا یا وقت سے پہلے
 چلا جاتا ہے تو یہ بھی امانت کے خلاف ہے۔ یہی ناپ تول میں کمی بیشی کرنا، خرید و فروخت
 کے وقت بیع کے طعوب کو چھپانا، جھوٹ اور فریب سے کام لینا یہ بھی امانت و دیانت کے خلاف
 ہی ہے۔

اور اشیاء خورد و ذی میں ملاوٹ کرنا
اشیاء خورد و ذی میں ملاوٹ بدترین قسم کا گناہ ہے
 تو ایک بیزین قسم کی خیانت اور

بے ایمانی ہے۔ کیونکہ اس سے صرف ایک شخص کی حق تلفی نہیں ہوتی بلکہ پورے معاشرہ کی
 حق تلفی ہوتی ہے۔ ایک جہدیت میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے
 اپنی بیزاری اسبے تعلقی کا اعلان فرمایا ہے جو کاروبار میں ایمانداری اور دیانتداری کے قول
 کی پابندی نہ کریں۔ ایک ناپ تول کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے آپ نے اپنا ہاتھ
 اس ڈھیر کے اندر داخل کر دیا تو اندر کچھ نہی و زری محسوس ہوئی۔ آپ نے دوکانڈے سے
 دریافت فرمایا کہ یہ کیا قصہ ہے اوپر سے مہار اخلاط شک ہے اور اندر سے گیلہ ہے اس

نے عرض کی کہ یہ بوندیں پر گئی جتنیں جس سے غلہ تر ہو گیا تھا۔ اپنے فرمایا پھر تم نے اس بھیجے ہو غلہ کو دھیرے کے اوپر کیوں نہیں ڈالا کہ خریدار تمہارے غلہ کے گیسے پن کو دیکھ سکتا۔ اس کے بعد فرمایا۔

مَنْ عَشَّ فَلَيْشَ مَتَّى (مسلمہ) جو کوئی کاڑھایا (یا) دھوکا کرے وہ میرا نہیں

وہ مال اور دولت جو ناجائز طریقہ سے حاصل کیا جائے گا وہ برکت سے خالی ہوگا۔ دنیا میں تو یوں کہ ایسی دولت معاشرہ میں توازن قائم کرے گی اور آخرت میں یوں کہ۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ أَسْحَتِ وہ جو جس کی نشوونما حرام زری سے ہوگی وہ جنت میں

وَكُلَّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ السَّحَتِ كَانَتْ لَنَارٍ نہیں جائے گا اور جہنم حرام سے پلا ہوا ہے کیسے آگ

آؤ لی یہ۔

غور کیجئے کہ اسلام میں رزق حلال کی کیسی کچھ بہتیت ہے اور معاملات میں سلام ہم سے کس قدر احتیاط کا طالب ہے۔ الغرض جو مال دولت ناجائز طریقہ سے حاصل کی جائے وہ برکت سے خالی ہوگی اور

اس کے بد اثرات اس دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ بیماری، پریشانی، ناگہانی آفتیں بے لطیفی اور ملاحق اولاد اسی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ غور کیجئے! جو دولت سکون قلب سے انسان کو محروم

کر دے کہ کام کی، واضح ہے کہ آدمی کے بُرے عملوں کا نتیجہ اس دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے مگر ہم غفلت کی وجہ سے اس کو محسوس نہیں کرتے۔

رِشْوَت دینے والے اور لینے والے دونوں پر حضور نے لعنت فرمائی اسی طرح کسی معاملہ میں

رِشْوَت دینا اور لینا بھی امانت و دیانت کے خلاف ہے۔ رِشْوَت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی اصل غرض اور ناحق مطالبہ کی تکمیل کے لیے کسی ذی اختیار یا کارپرداز شخص کو کچھ دے کر اپنے نواقی

کرے۔ قرآن نے اغراض باطلہ فاسدہ کے حصول کے لیے رِشْوَت دینے کو بدیہوں کے جرائم میں

ایک مجرم شمار کیا ہے۔ وہ اپنے ہیٹ کی خاطر اپنے علما کو اس لیے رشوتیں دیتے تھے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواہر و صفات تو رات میں ہیں وہ عام لوگوں کو نہ بتائیں۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کے متعلق فرمایا ہے۔

أُولَئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ یہ بیٹو اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔

اس کے بعد قرآن نے مسلمانوں کو ہدایت دی کہ وہ یہرو کی اس فحشلت کو نہ اپنائیں۔

سورہ بقرہ میں فرمایا ہے۔

وَرَبُّنَا يُؤْتِيهِمُ الْإِلَهَاقَامَ لَنَا كُلُّوْا فَرِيقًا اسے ایمان والوں! پس میں ایک دوسرے کا مال جائز

طریقہ سے رزق کھاؤ اور نہ مال کو حاکموں تک پہنچاؤ

مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ۔ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گنہ سے کھا جاؤ۔

یہ آیت اپنے ترجمہ کے ساتھ جس کو بعض مفسرین نے اختیار کیا ہے رشوت کی ممانعت و حرمت میں صاف و صریح ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

”رِشْوَت لینے والے اور دینے والے دونوں پر لعنت ہے (ابوداؤد)

رشوت دینے والے پر لعنت اس لیے ہے کہ وہ جرم کی اعانت کرتا ہے اور جرم کی اعانت بھی تو

قانون اخلاق کی رُو سے جرم ہی ہے۔ اسلام نے رشوت کا دروازہ بند کرنے کے لیے اس

قدر احتیاط کا حکم دیا ہے کہ جج و جُستریٹ صاحبان ہدیہ تحفہ بھی قبول نہ کریں کیونکہ اس طرح

جج و جُستریٹ کے دُعا اور لوگوں کے اعتماد میں فرق پیدا ہوگا۔ (موطا امام مالک، کتاب اساقہ)

مگر آج حالت یہ ہے کہ اللہ کے بندے خوب خوب رشوت لیتے بھی ہیں اور دیتے بھی

ہیں اور خدا سے ذرا نہیں ڈرتے اور پھر لطفت یہ ہے کہ حرام کی کٹی ہوئی دولت سے جب

عظیم الشان محل بناتے ہیں تو اس کے سرورق پر نہ تاشی دھاتی اور بے شرمی کے ساتھ یہ بھی کھ

دیتے ہیں۔ "هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي" ایسے ہی ان کو کیلئے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔
لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ عُذِيَ
جو جسم حرام غذا اور ناجائز بدن سے بلا ہوا۔
یا محرک اور۔ جنت میں رہا سکے گا۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا۔

يُغَيِّلُ السَّفَرُ أَشْعَثَ أَغْبَرٍ يَمُوتُ
دور دور کا سفر کسی حال میں آئے کہ بال پرانہ ہو
سے بہت غباریں اٹھاتا آسمان کی طرقت ہوا
نیک یہ اری السماء یا رب و قطعہ
دھڑکے سے سب اے رب بے یگانہ سب کھانا
حرام و مفسد بے حرام و غندی باخراہ
اے رب کیستنجاب لک الہک رسولہ
اے رب جو اور ہم اے رب سے اس کی پرورش ہو تو اس سے
میں اس کی دعا کی کہ قبول ہو۔

یہ ہے حرام ذری کمانے اور اس کو استعمال کرنے کا انجام کہ وہ اہل ایمان جو رب العالین سے اسکی بارگاہ
قدس میں ایسے شخص کے الحاج و زاری کے ساتھ آئے ہوئے ہوتے ہاں بھی باریاب نہیں ہوتے۔

ناپ تول میں درستی و صحت کی اہمیت

اگر خیر فروع کے مسئلہ میں ناپ تول کی درستگی کی
بھی دین میں بڑی اہمیت ہے اور قرآن مجید میں
اسکی صحت و درستی پر بار بار فرمایا گیا ہے اور ناپ تول میں کی بیشی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔
وَأَقْوَالُ الْكِبَالِ وَالْمِيزَانِ
اور ناپ اور تول کو پر و کرو۔

یہ ہی ہدایت حضرت شعیب علیہ السلام نے اہل مدین کو دی تھی جو مشرق و مغرب کے تجارتی قافلوں
کے رہ گزر پر آباد تھے۔

وَلَا تَقْصُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أُرَاكُمْ
اور ناپ تول میں کمی نہ کرو نہیں تم تم کو اسودہ دیکھتا ہوں
وَجُذُورِي أَخَاكُمْ عَلَيْكُمْ عَذَابٌ يَوْمَ يُحْشَرُ
اور تم مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

ناپ تول میں کی بیشی کے مرض میں خاص طور پر تاجرا و رہو باری مبتلا رہتے ہیں اور چاہتے
تو ہیں کہ اسے اپنی سے کچھ اپنا سرمایہ اور نفع بڑھالیں گے مگر یہ بات بتائی ہے کہ یہ خیال
غلط ہے جو لوگ اس جرم کے مرتکب ہوتے ہیں دنیا میں تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کی ماکہ
جاتی ترقی ہے جو بالآخر ہو پار کی تنہائی کا باعث بن جاتی ہے اور آخرت میں اس کی سزا
جہنم ہے ہی۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

وَنُفِخَ لِلنَّاسِ قُفُوفُ الْآلِ بْنِ إِذَا الْكُلُ الْكُلُ
خوابی ہے ان کھانڈیے والوں کی جو
النَّاسِ يَسْتَفُفُونَ وَذَاكَ الْكُلُ الْكُلُ
اور اس سے جب ناپ کر میں تو پرالیں اور جب ان کی ناپ
وَنُفِخَ الْكُلُ الْكُلُ
بائول کر میں تو کھادیں۔
اور سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا۔

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كُنْتُمْ تَؤْكُلُونَ وَالْيَقْدَاسَ
اور جب تم ناپو تو ناپ پورا دو۔ سیدی ترازو سے تولو
الْمُسْتَقِيمَ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا
تو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے

آیت کا اخیر کا ٹکڑا بتاتا ہے کہ باری کی ناپ تول سے خبر و برکت جاتی رہتی ہے اور گونہ گونہ میں کتنا ہی
خاندہ ہو مگر آخر میں یہ بڑائی کا ڈھار کی تنہائی کا باعث بنتی ہے چوں کہ جرم کی سنگینی اسوقت تو بہت ہی
بڑھ جاتی ہے جبکہ یہ بددیانتی کسی غریب نادار سے کی جائے اس نظام نامہ ترازو سے اس کے دل سے
بددعا میں نہ نکلیں گی؟ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچنے رہنا۔

جب تو قسم سے اللہ عزوجل کے مقدس نام کی پجارتی ہوتی ہے
اپنی بات میں قوت و صداقت پیدا کر کے
اس کو منوانے کا جذبہ ہر شخص میں ہوتا

ہے۔ بات اگر سچی ہو اور جہاں تک انسان کے علم کا تعلق ہے اس کے خلاف بھی نہ ہو تو قوت
ضرورت اس بات میں مزید قوت و صداقت پیدا کرنے کیلئے اللہ عزوجل کے نام کی قسم باری کی جاسکتی ہے۔
اول تو یہ ضرورت نفس قسم کھانا ہی ٹھیک نہیں پھر جب تو قسمیں کھانا اور وہ بھی اللہ عزوجل کے قہر

نام پر بیاد رکھی بری بات ہے — جھوٹی قسم دراصل جھوٹ کی بدترین قسم ہے۔ کیونکہ اس میں جھوٹ بولنے والا اپنے ساتھ خدا کے نام کو بھی شریک کر لیتا ہے۔ قرآن حکیم نے اسی لیے اس کو بلی نفاق کی حالت قرار دیا ہے۔

يَخْلِفُونَ عَلَى الْكُذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔
منافقوں کی حالت یہ ہے کہ وہ جان بوجھ کر جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتے ہیں۔
(مجادلہ ۲)

اتَّخَذُوا آيَاتِ اللَّهِ وَرُسُلَهُ حُجَّةً (مجادلہ ۳) انہوں نے اپنی قسموں کو دھال بنا رکھا ہے۔
عموماً ناجرا و سوداگر چیزوں کی قیمت اور مال کی اصل حقیقت بتانے میں جھوٹ کے ترکب کرتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ اسلام نے اس سے بچنے کی ہدایت کی ہے۔ ایک دفعہ ایک معاملہ میرا ایک شخص نے اسی طرح کی قسم کھانا چاہی تو آپ نے فرمایا:۔

”اگر اس نے قسم کھالی تاکہ وہ ظلم سے مال لے لے تو خدا سے جپ لے گا تو خدا اس پر نظر رحمت نہ فرمائے گا۔“ (مسلم)۔ لہذا معاملات میں جھوٹی قسموں سے بچنا بھی ضروری ہے۔
انے گذارش کرتے سے اس امر کی کافی وضاحت ہو جاتی ہے کہ معاملات میں اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے اور کن امور کی پابندی کو لازم قرار دیتا ہے۔

کتاب سنت کی ان ہدایات سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ عزوجل کی رضا و رحمت حاصل کرنے اور سچا مسلمان بننے اور دین و دنیا میں کامیاب و کامران ہونے کے لیے جیسے ماززہ کی پابندی ضروری ہے ایسے ہی معاملات کی درستی اور ذرائع آمدنی کی صحت و پاک بھی نہایت ہی ضروری ہے — خدا ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

— آمین —

دینے محمدی پر سیرے۔ لاہور